OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com

اسلام میں پسند کی شادی کا تصور: ایک علمی مطالعہ

Concept of Marriage of Choice in Islam: An Academic Study

Muhammad Naseer
Mphil Scholar, Department of Islamic & Religious Studies Hazara University Mansehra.
Email: mnaseerpwsc1@gmail.com

Dr. Muhammad Ibrahim
Assistant Professor, Department of Islamic & Religious Studies Hazara University Mansehra.

Sana Kiran
Mphil Scholar, Department of Islamic & Religious Studies Hazara University Mansehra.
Email: sanakiran8787@gmail.com

Received on: 03-10-2024 Accepted on: 05-11-2024

Abstract

The Islamic framework for marriage represents a structured institution that serves as the cornerstone of human society. When this system operates seamlessly, it safeguards the community from social corruption and instability. Conversely, any disruption within this framework can lead to widespread societal challenges. To address these concerns, Islamic teachings provide a comprehensive and systematic approach to marriage, offering solutions to many contemporary issues that may otherwise appear unresolved. Islam emphasizes the sanctity of the marital relationship by granting it legal and moral recognition, positioning it as a fundamental societal value. Through the institution of marriage, specific guidelines are prescribed to strengthen this bond and achieve its core objectives, while discouraging excessive and unnecessary emotional indulgence. The Qur'an and Hadith underscore the importance of fostering a morally upright society by advocating chastity and legitimizing intimate relationships within the bounds of marriage. This approach not only fulfills the human need for sexual fulfillment but also ensures the protection of lineage and the continuation of life, thereby contributing to societal stability and harmony.

Keywords: Marriage of Choice, Islamic Concept, Islamic framework for marriage.

تعارف

اسلام کا نظام نکاح ایک ایسا مرتب ادارہ ہے جو انسانی اجتماعیت کی بنیاد ہے۔ اگر اس میں کوئی سقم یا نقص نہ ہو تو معاشرہ ہر قسم کے فساد سے محفوظ رہے گا۔ لیکن اگر اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تو اس کے اثرات و نتائج پورے معاشرہ پر مرتب ہوں گے۔ اسی لئے اسلامی تعلیمات

شادی بیاہ کے بارے میں اس قدر مفصل اور عمدہ ہیں کہ اگر ان کو اپنالیا جائے تو عصر حاضر میں پیش آنے والے بعض ایسے مسائل جو بظاہر حل ہوتے نظر نہیں آرہے وہ سب خود بخود درستگی کی راہ پر آجائیں گے۔

اسلام نے مرد و عورت کے تعلق کو معاشرتی قدر کے طور پر قانونی اور اخلاقی تحفظ دے کر نکاح سے موسوم کیا ہے اور ایسے آداب سکھائے ہیں جو اس رشتہ کو مضبوط تر بنانے میں اور اس کے اہم مقاصد کے حصول میں مم دو معاون ثابت ہوتے ہیں اور ایسی جذباتیت سے منع کیا جو شریعت کی نظر میں غیر ضروری ہے۔ قرآن و حدیث میں معاشرتی پاکیزگی کی فضاء قائم کرنے کے لئے عفت و عصمت کی بنیاد بنا کر مرد و عورت کے جنسی تعلق کو قانونی شکل دینے کی اہم وجہ جنسی آسودگی کے ساتھ، حفاظت نسب اور زندگی کے تسلسل کو باقی رکھنا ہے۔

انسان جب حدود قیود سے باہر نکل کر سوچتا ہے تو اس کا نفس اسے جنسی آوارگی اور بے راہ روی پر آمادہ کرتا ہے جس سے اخلاقی بندشیں ختم ہو جاتی ہیں اور بہیمی قوتیں اسے انسانیت سے گرا کر حیوانیت کی سطح پر لے آتی ہیں۔ جو اس کے اشرف المخلوقات ہونے کی فضیلت کو داغدار بنا دیتی ہیں۔ اسلام نے نفس کی سرکشی اور بہیمانہ خواہشات کو فطری اور جائز راستہ نکاح کی صورت میں دیا تاکہ انسان اعتدال و توازن کے ساتھ زندگی گزارے اور ناجائز تعلقات و منفی راستوں سے بچے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کے اندر جو طبعی تقاضے رکھے گئے ہیں ان میں عورتوں کی طرف رغبت ایک فطری بات ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ۔ [1]

''لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے جیسے عورتیں۔''

لوگوں کی، عورتوں میں رغبت اور ان کی طرف قلبی میلان فطرتاً ان میں ودیعت رکھ دیا گیا ہے۔ اپنی پسند اور محبت کا قرب حاصل کرنے کے لئے انسان غلط راستہ کا انتخاب کر سکتا ہے جو اس کے لئے شرعاً و عقلاً جائز نہیں ہے اور اگر اسے کہا جائے کہ وہ اپنی خواہشات کو قابو میں رکھے اور عورتوں کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو تو یہ بھی ممکن نہیں ہے۔ اسلام نے راہ اعتدال کو اختیار کرتے ہوئے مرد و عورت کے درمیان ایک قانونی رشتہ نکاح کی صورت میں قائم کیا۔ آج کل نجی زندگی اور پسند کے نام پر مغربی دنیا میں غیر فطری عمل اختیار کیے جا رہے ہیں۔ زیر نظر آرٹیکل میں ان کا شرعی جائزہ لیا گیا ہے۔ اور عصر حاضر میں چونکہ پسند کی شادی کا رجحان بہت زیادہ بڑھ رہا ہے اس لیے مرد و عورت کے لیے پسند کی شادی کی شرعی حیثیت پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

پسند کی شادی اور اسلامی تعلیمات

قرآن کریم اور پسند کی شادی:

قرآن نکاح کے لیے فریقین کی رضامندی کو اہمیت دیتا ہے۔

زبردستی یا دباؤ ڈال کر شادی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

والدین کی رہنمائی ضروری ہے، لیکن فیصلہ دونوں افراد کی مرضی سے ہونا چاہیے۔

شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے پسند کی شادی جائز ہے، بشرطیکہ اخلاقی اور دینی تقاضے پورے کیے جائیں۔

پسند کی شادی قرآن اور اسلامی تعلیمات کے مطابق جائز ہے اگر اس میں تمام متعلقہ حدود اور شرائط کا خیال رکھا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً[2]

"تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو اگر تمہیں خطرہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو۔"

اس آیت کریمہ میں 'پسند کے مطابق' شادی کا حق لڑکے اور لڑکی کو دیا گیا ہے نہ کہ والدین اور دیگر اعزاء وا قارب کو، اسی طرح بچے یا بچی کی مرضی کے خلاف شادی کر دی جائے تو اسے فسخ کرنے کا حق بھی شریعت ہی نے مقرر کر رکھا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ شادی کرنے میں پسند اور رضا کو اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام کسی پر زبردستی نکاح مسلط نہیں کرتا۔ یہ اصول مرد اور عورت دونوں کے لیے ہیں۔ اسلام میں پسند کی شادی (love marriage) کرنا جائز ہے کیونکہ شریعت میں رشتہ پسند کرنے اور ناپسند کرنے کا اختیار مرد اور عورت دونوں کو دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شادی کا مقصد بیان فرمایا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔[3]

اور یہ (بھی) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے تا کہ تم ان کی طرف سکون پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔

زوجین کا ایک دوسرے کی طرف سکون پانا اور ان کے درمیان محبت و رحمت کا پیدا ہونا اسی صورت ممکن ہے جب میاں بیوی ایک دوسرے کو پسند کریں۔ شریعت اسلامیہ نے جس طرح مرد کو پسند کی شادی کا اختیار دیا، ویسے ہی عاقلہ بالغہ عورت کو بھی دیا ہے کہ وہ شادی کے لئے ایسے مرد کا انتخاب کر سکتی ہے جس سے نکاح شرعاً حرام اور ناجائز نہ ہو۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔[4]

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آپہنچیں تو جب وہ شرعی دستور کے مطابق باہم رضامند ہو جائیں تو انہیں اپنے (پرانے یا نئے) شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، اس شخص کو اس امر کی نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان

رکھتا ہو، یہ تمہارے لئے بہت ستھری اور نہایت پاکیزہ بات ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم (بہت سی باتوں کو) نہیں جانتے۔
حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ۔[5]
"یہاں تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے۔

درج بالا آیات میں "پسند کی شادی" کی اصطلاح استعمال کی گئی، اس حوالے سے متعدد آیات ہیں جو نکاح کے اصول وضوابط، رضامندی اور آزادی کے پہلو کو واضح کرتی ہیں۔ ان آیات کی روشنی میں پسند کی شادی کے بارے میں رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

پسند کی شادی اور احادیث مبارکہ

احادیث مبارکہ میں نکاح اور شادی کے حوالے سے بہت سی رہنمائی ملتی ہے، جن میں نکاح میں دونوں فریقین کی رضامندی، ان کی پسند اور خوشی کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ درج ذیل چند احادیث مبارکہ پسند کی شادی کے حوالے سے روشنی ڈالتی ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
لَمْ نَرَ (یُرٰی) لِلْمُتَحَابِّیْنِ مِثْلَ النِّکَاحِ۔[6]
محبت کرنے والوں کے لیے نکاح سے اچھی کوئی شے نہیں۔

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ اگر دو افراد کے درمیان محبت ہو، تو انہیں نکاح کے ذریعے اس تعلق کو پاکیزہ اور جائز بنانا چاہیے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پسند کی بنیاد پر شادی کرنا اسلام میں جائز ہے، بشرطیکہ وہ شریعت کے دائرے میں ہو۔

لہٰذا والدین کو چاہیے کہ رشتہ طے کرتے وقت اولاد کی پسند اور ناپسند کا خصوصی خیال رکھیں کیونکہ ہمارے معاشرے میں اکثر والدین گائے، بھینس، بکری، مکان، گاڑی، کپڑے اور دیگر اشیاء خریدتے وقت تو سو بار پسند و ناپسند کا خیال رکھتے ہیں لیکن اولاد کی شادی کرتے وقت اپنی مرضی کے رشتے ان پر مسلط کرتے ہیں جنہوں نے ساری زندگی اکٹھی گزارنی ہوتی ہے۔ لہٰذا شادی پسند کی ہی کرنا بہتر ہے تاکہ میاں بیوی اپنی زندگی احسن انداز میں گزار سکیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
لا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا يَارَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ أَنْ تُسْكُتَ[7]
"شوہر دیدہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور نہ کنواری کا بغیر اس کی اجازت کے، صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کنواری کی اجازت کس طرح معلوم ہو سکتی ہے۔؟ فرمایا کہ اس کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت ہے۔"

بلکہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ کے دور مبارک میں ایک عورت کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر ہوا، اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے اس کا نکاح فسخ کر دیا۔
عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِدَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهَا۔[8]
"حضرت خنسا بنت خدام انصاریہؓ کہتی ہیں کہ میرے والد نے ایک جگہ میرا نکاح کر دیا اور میں ثیبہ تھی اور مجھے وہ نکاح منظور نہ تھا تو میں نے

رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے میرا نکاح فسخ کر دیا۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ اسلام میں شادی کے لیے عورت کی مرضی اور پسند ضروری ہے۔ اگر عورت کسی رشتے کو ناپسند کرے تو اس پر نکاح مسلط نہیں کیا جا سکتا۔ یہ واقعہ پسند کی شادی کے حق کو مضبوطی سے بیان کرتا ہے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے:

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے ایک کنواری لڑکی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی اس کے باپ نے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے اس کو اختیار دیا۔ (یعنی اگر وہ چاہے تو نکاح کو فسخ کر دے)۔[9]

حضرت عروہؓ سے روایت ہے:

أَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَابِ قَالَ: يَعْمَدُ أَحَدُكُمْ إِلَى بِنْتِهِ فَيُزَوِّجهَا الْقَبِيْحَ اِنَّهُنَّ يُحْبِبْنَ مَاتُحِبُّونَ۔[10]

"حضرت عمرؓ بن خطابؓ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک اپنی بیٹی کی شادی کا ارادہ کرتا ہے اور اس کی شادی بدصورت آدمی سے کرا دیتا ہے (ایسا نہ کرو) بے شک وہ عورتیں بھی وہی پسند کرتی ہیں جو تم پسند کرتے ہو۔"

اور حضرت عمرؓ کا یہ قول بھی کتب حدیث میں موجود ہے:

لَا يُكْرِ هَنَّ أَحَدُكُمُ ابْنَتَهُ عَلَى الرَّجُلِ الْقَبِيْحِ فَاِنَّهُنَّ يُحْبِبْنَ مَاتُحِبُّونَ[11]

"تم میں سے کوئی شخص اپنی بیٹی کو بدصورت آدمی کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہ کرے پس بے شک وہ عورتیں بھی وہ پسند کرتی ہیں جو تم پسند کرتے ہو۔"

علامہ موسیٰ الحجاوی المقدسی (م۔968ھ) شیخ الاسلام ابن جوزیؒ (م۔597ھ) کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن الجوزی فی کتاب النساء ویستحب لمن أراد أن یزوج ابنته أن ینظرلها شابا مستحسن الصورة ولا یزوجها دمیا وهوالقبیح۔[12]

"ابن جوزی نے کتاب النساء میں کہا اس آدمی کے لئے مستحب ہے جو اپنی بیٹی کی شادی کا ارادہ کرے کہ وہ اس کے لئے اچھی شکل و صورت والا نوجوان دیکھے اور اس کی شادی بدصورت آدمی سے نہ کرائے۔"

معلوم ہوا عورت کے جذبات اور احساسات کی رعایت رکھتے ہوئے اس کی شادی کی جائے۔

امام ابنِ ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں:

جَاءَتْ فَتَاةٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ أَبِي زَوَّجَنِي ابْنَ أَخِيْهِ يَرْفَعُ بِي خَسِيْسَتَهُ. فَجَعَلَ الْأَمْرَ إِلَيْهَا، قَالَتْ: فَإِنِّي قَدْ أَجَزْتُ مَا صَنَعَ أَبِي وَلَكِنْ أَرَدْتُ أَنْ تَعْلَمَ النِّسَاءُ أَنْ لَيْسَ لِلْآبَاءِ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ۔[13]

ایک لڑکی رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے باپ نے اپنے بھتیجے سے میرا نکاح کر دیا ہے تاکہ میرے ذریعہ سے (بھتیجے کی مالی معاونت حاصل کرے اور) اپنی مفلسی دور کرے۔ آپ ﷺ نے معاملہ اُس کے اختیار میں دے دیا (چاہے نکاح برقرار رکھے اور چاہے تو اس سے علیحدگی کر لے)۔ اس نے عرض کیا: میں اپنے والد کے نکاح کو برقرار رکھتی ہوں لیکن میں نے

یہ اس لیے کیا کہ عورتوں کو معلوم ہو جائے کہ اولاد کے نکاح کے معاملے میں والدین کا (اولاد کی مرضی کے خلاف زبردستی کی صورت میں) کوئی حق لازم نہیں ہے۔

اِس حدیث مبارک سے ہمیں ایک اور رہنمائی ملتی ہے کہ جبری شادیوں (forced marriages) کی ایک اہم وجہ قریبی رشتہ داروں میں شادیاں (cousins marriages) بھی ہیں۔ بسا اوقات والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کا بیٹا/بیٹی ان کے بھتیجی/، بھتیجے بھانجی/بھانجے سے شادی کرلے تاکہ گھر کی دولت بھی گھر میں رہے اور بیرون ملک مقیم ہونے کی صورت میں اس کا ویزا وغیرہ بھی لگ جائے۔ یہ خیر خواہی، ہمدردی اور قرابت داری کا لحاظ اپنی جگہ اچھی سوچ ہے، مگر اس معاملے میں بھی بعض والدین بچوں پر دباؤ ڈالتے ہیں جس کے نتیجے میں مغربی ممالک میں اس طرح کی شادیاں اکثر و بیشتر ناکام ہو جاتی ہیں اور پھر اس کے سماجی اثرات بڑے منفی ثابت ہوتے ہیں، خاص طور پر اگر علیحدگی بچوں کی پیدائش کے بعد عمل میں آئے تو اس کے اثرات مزید خطرناک ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اسلام نے cousins marriages کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان اقدس ہے:

لَا تَنْكِحُوا الْقَرَابَةَ الْقَرِيْبَةَ، فَإِنَّ الْوَلَدَ يُخْلَقُ ضَاوِيًا۔[14]

اپنے قریبی رشتہ داروں میں نکاح مت کرو، کیونکہ اس طرح (بسا اوقات) تمہارے بچے ناقابل علاج بیماریوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔

اگرچہ یہ شرعی ممانعت نہیں ہے اور عہد نبوی اور دورِ صحابہ میں بہت سی شادیاں قریبی رشتہ داروں میں ہوئیں جس پر کثیر مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ تاہم بعض اوقات صرف medical reasons کی بناء پر ایسی شادیوں کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بنو سائب کے لوگوں سے فرمایا:

قَدْ أَضْوَأْتُمْ فَانْكِحُوْا فِي النَّزَائِعِ۔[15]

تمہارے بچے ناقابل علاج بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں، لہٰذا تم (ان اَمراض سے بچنے کے لیے) اپنے خاندان سے باہر کی عورتوں سے شادی کیا کرو۔

امام ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

إِنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ ﷺ[16]

ایک کنواری لڑکی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں آئی اور عرض کیا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح (کسی شخص کے ساتھ) زبردستی کر دیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے اختیار دے دیا (چاہے تو نکاح برقرار رکھے اور چاہے تو اسے فسخ کر دے)۔

امام دار قطنی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَدَّ نِكَاحَ بِكْرٍ وَثَيِّبٍ أَنْكَحَهُمَا أَبُوهُمَا، وَهُمَا كَارِهَتَانِ، فَرَدَّ النَّبِيُّ ﷺ نِكَاحَهُمَا.[17]

رسول اللہ ﷺ نے بالغہ (کنواری) اور بیوہ (یا طلاق یافتہ) عورتوں کے نکاح اس وجہ سے فاسد فرما دیے کہ اُن کے والدین نے اُن کے نکاح ان کی مرضی کے خلاف کر دیئے تھے، لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے اُن دونوں کے نکاح کو رَد کر دیا۔

حضرت عطاء بن ابی رباح تابعی سے (مرسلاً) مروی ہے:

فَرَّقَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَيْنَ امْرَأَةٍ وَزَوْجِهَا وَهِيَ بِكْرٌ، أَنْكَحَهَا أَبُوهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ۔[18]

رسول اللہ ﷺ نے ایک بالغہ عورت اور اس کے خاوند کے مابین تفریق کروادی کیونکہ اس کے باپ نے (اپنی مرضی سے) اس کا نکاح کیا تھا اور وہ اس خاوند کو ناپسند کرتی تھی۔

اِسلام وہ دین ہے جس میں جبری شادی کا کوئی تصور نہیں کیونکہ شادی عورت کا حق ہے، والدین کو اس پر جبر کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ سو والدین بھی یہ حکم شریعت اچھی طرح سمجھ لیں کہ اگر وہ اولاد کو ایسا حکم دیں گے جس کا انہیں شرعاً کوئی حق حاصل نہیں بلکہ اس کے برعکس وہ حق شریعت نے اولاد کو دیا ہے تو اس کی عدمِ تکمیل والدین کی نافرمانی تصور نہیں ہو گی۔ اسی طرح والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک، اپنے شادی شدہ بیٹے کو ایسا حکم دے جس سے اس کی بیوی (یعنی والدین کی بہو) کے شرعی حق کی خلاف ورزی ہوتی ہو، یا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے عطا کردہ حق سے محروم ہوتی ہو، یا اس کے ساتھ ظلم اور ناانصافی ہوتی ہو، سو اس صورت میں میں لڑکا اگر والدین کا ایسا حکم بجانہ لائے تو یہ شرعاً اُن کی نافرمانی تصور نہیں ہو گی۔

کیونکہ والدین یا والدہ بیٹے کو ایسا کام کرنے کا کہہ رہی ہے جو نہ تو اس کا شرعی حق ہے نہ بیٹے پر شرعاً واجب ہے، بلکہ دوسری طرف، اس کام کے بجالانے سے بیوی پر ظلم وزیادتی کا ارتکاب ہوتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے لہٰذا ایسا کام نہ کرنا والدین کی نافرمانی قرار نہیں پائے گا۔ اولاد کو چاہیے کہ اس صورت میں وہ والدین کے ساتھ بھی گستاخی سے پیش نہ آئیں۔ اُف تک بھی نہ کریں اور بیوی کے ساتھ بھی عدل وانصاف اور حسنِ سلوک کا شرعی حکم بجالاتے رہیں اور ہرگز زیادتی نہ کریں۔ یوں دونوں طرف ممکنہ حد تک توازن برقرار رکھیں۔ اگر یہ توازن اکٹھے رہنے میں ممکن نہ ہو، تو شوہر بیوی کو الگ رہائش مہیا کرے، یہ اس کا حق ہے۔ اندریں حالات والدین کا ناجائز حکم نہ ماننا شرعاً گناہ نہیں ہے۔

کیونکہ حکم شریعت یہ ہے کہ کسی بھی شخص کی اطاعت کسی ایسے کام میں نہیں ہے جس سے گناہ واقع ہوتا ہو یا خدا اور سول ﷺ کی نافرمانی ہوتی ہو۔ ارشادِ نبوی ہے:

لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ۔[19]

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی (کے قول وفعل) میں کسی شخص کی اطاعت کرنا لازم یا جائز نہیں ہے۔ اطاعت صرف نیک کاموں میں ہوتی ہے۔

پسند کی شادی اور فقہ حنفی

علامہ مرغینانیؒ (م۔593ھ) لکھتے ہیں:

وينقعد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضا ها وان لم يعقد عليها ولى بكرا كا نت او ثيبا عند ابى حنيفةؒ وابى يوسفؒ، فى ظاهر الروايةوعن ابى يوسفؒ انه

لاينعقد الابولی وعند محمدؒ ينعقد موقوفا۔[20]

''اور عاقلہ و بالغہ عورت کا نکاح اس کی رضامندی سے منعقد ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ولی نے اس پر عقد نہ کیا ہو باکرہ ہو یا ثیبہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ظاہر الروایت میں۔ اور امام ابو یوسف سے (غیر ظاہر الروایت میں) مروی ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہ ہو گا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک موقوف ہو کر منعقد ہو گا۔''

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عاقلہ و بالغہ اپنی مرضی سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے۔ اور امام محمدؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے بھی شیخین کے اس قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

احناف کے دلائل:

1۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر نکاح کی نسبت براہ راست عورت کی طرف کی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے۔ جیسا کہ دو آیتیں پیچھے گزر گئی ہیں۔ پہلی آیت ہے۔ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ

اس آیت کے تحت امام کاسانیؒ (م۔ 587ھ) لکھتے ہیں۔

انہ اضاف النکاح الیھا فیقتضی تصور النکاح منھا۔[21]

''بے شک نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہو رہی ہے جو اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ نکاح عورت سے متصور (منعقد) ہو سکتا ہے۔''

اور دوسری آیت ہے۔ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْ ھُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوٰجَھُنَّ

امام کاسانیؒ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انہ اضاف النکاح الیھن فیدل علی جواز النکاح بعبارتھن من غیر شرط الولی۔[22]

''بے شک نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف ہو رہی ہے جو ولی کی شرط کے بغیر عورتوں کے ایجاب و قبول سے نکاح کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔''

اسی طرح قرآن مجید میں ان عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے جن کو نبی کریم ﷺ اپنے نکاح میں لا سکتے ہیں ارشاد ربانی ہے:

وَامْرَاَۃً مُّؤْمِنَۃً اِنْ وَّھَبَتْ نَفْسَہَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْکِحَھَا[23]

''اور اس مسلمان عورت کو بھی جو بلا عوض اپنے کو پیغمبر کو دیدے بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں۔ (وہ بھی حلال ہے)''

امام کاسانیؒ لکھتے ہیں:

فالایۃ الشریفہ نص علی انعقادالنکاح بعبارتہا۔[24]

''پس آیت مبارکہ عورتوں کے ایجاب و قبول سے نکاح منعقد ہونے پر صریح ہے۔''

شمس الائمہ سرخسیؒ (م۔ 483ھ) نے حضرت علیؓ کے ایک فیصلہ کو ذکر کیا ہے جو اس مسئلہ میں حنفیہ کی مضبوط دلیل ہے:

ان امراء ۃ زوجت ابنتھا برضا ھا فجاء اولیاؤ ھا فخاصموھاالی علیؓ فا جاز النکاح وفی ھذا دلیل علی ان المراء ۃاذا زوجت نفسھا اوامرت الی غیر الولی ان یزوجھا فزوجھا جاز النکاح وبہ اخذ ابو حنیفۃؒسواء کانت بکرا اَو ثیبا اًذا زوجت نفسھا جاز النکاح فی ظاہر الروایۃ۔[25]

''ایک عورت نے اپنی بیٹی کی شادی اس کی رضامندی سے کر دی تو اس کے اولیاء مقدمہ لے کر حضرت علیؓ کے پاس آئے تو آپ نے اس نکاح کو جائز قرار دیا۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب عورت نے اپنی شادی کی یا غیر ولی کو حکم دیا کہ وہ اس کی شادی کرادے اور اس نے شادی کرادی تو نکاح جائز ہوگا۔ اسی کو امام ابو حنیفہؒ نے لیا ہے۔ عام ازیں اپنا نکاح کرنے والی عورت باکرہ ہو یا ثیبہ جب اس نے خود شادی کرلی تو اس کا نکاح جائز ہوگا ظاہر الروایت کے مطابق۔''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے:

لَیسَ لِلوَلِّیِ مَعَ الثَّیِّبِ اَمر ''[26]

''ثیبہ کے معاملہ میں ولی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔''

امام کاسانیؒ لکھتے ہیں:

وهذاقطع ولاية الولى عنها۔[27]

''اور یہ حدیث ولی کی ولایت کو عورت سے ختم کر رہی ہے۔''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

الْأَیِّمُ اَحَقُّ بِنَفسِهَا مِن وَلِیِّهَا[28]

بے نکاحی عورت اپنی ذات کی ولی سے زیادہ حقدار ہے۔

شمس الائمہ سرخسیؒ لکھتے ہیں:

والايم اسم لامراء ة لازوج لها بكراً كانت او ثيباً وهذا هوا لصحيح عند اهل اللغة۔[29]

''اور ایم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو، خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ، اور یہی مطلب اہل لغت کے ہاں صحیح ہے''۔

یہ حدیث حنفیہ کے موقف پر بڑی وزنی دلیل ہے۔

عاقلہ و بالغہ عورت کے اپنی مرضی سے کیے گئے نکاح کے جائز ہونے کی عقلی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے حق میں تصرف کیا ہے اور اس کو یہ اختیار حاصل ہے۔ اس لیے کہ وہ عقل و شعور سے مالا مال ہے اور غلط و صحیح میں امتیاز کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو اپنے مال میں تصرف کا اختیار ہے وہ جیسے مرضی استعمال کرے اسی طرح زندگی اس نے گزارنی ہے تو اسے شوہر کو پسند کرنے کا بھی اختیار ہوگا۔

علامہ مرغینانیؒ لکھتے ہیں:

ووجه الجواز انها تصرفت فى خالص حقها وهى من اہله لكونها عاقلة مميزة ولهذا كان لها التصرف فى المال ولها اختيار الازواج[30]

اور جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس عورت نے خالص اپنے حق میں تصرف کیا ہے۔ اور وہ تصرف کی اہل بھی ہے اس لیے کہ عاقلہ ممیزہ ہے۔ اور اسی وجہ سے اسے مال میں تصرف کا اختیار ہے۔ تو اسے شوہروں کو پسند کرنے کا بھی اختیار ہے۔

چنانچہ ان مذکورہ بالا دلائل کے پیش نظر فقہائے احناف کے نزدیک عاقلہ و بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر منعقد ہو جائے گا۔

علامہ ابن نجیم مصریؒ (م۔970ھ) لکھتے ہیں:

ان کان الزوج کفؤا نفذ نکاحھا والا فلم ینعقد أصلا وفی المعراج معزیا الی قاضی خان وغیرہ والمختار للفتوی فی زماننا۔ [31]

"اگر عورت کا شوہر اس کے ہم پلہ ہو تو اس کا نکاح نافذ ہو جائے گا و گرنہ بالکل نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہو گا اور معراج میں قاضی خان وغیرہ کی طرف سے نسبت کرتے ہوئے ہے۔ ہمارے زمانہ میں فتویٰ کے لئے یہی بات پسندیدہ ہے۔"

البتہ اگر لڑکی کے اولیاء اس غیر کفو میں نکاح سے رضامند ہوں تو پھر وہ نکاح صحیح ہے۔[32]

شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک اور اہم بات کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے:

'اقول: لایجوز ایضاان یحکم الاولیاء فقط لانھم لایعرفون ماتعرف المراۃ من نفسھا ولان حار العقد وقارہ راجعان الیھا۔[33]

"میں کہتا ہوں یہ بھی جائز نہیں کہ صرف اولیاء کو ہی حاکم بنا کر عورتوں کے نکاح کا پورا اختیار دے دیا جائے اس لئے کہ وہ نہیں جانتے اس بات کو جسے عورت اپنی ذات کے بارے میں جانتی ہے اور اس لئے کہ عقد کا گرم و سرد معاملہ عورت کی طرف لوٹنے والا ہے۔"

شاہ صاحبؒ کی یہ رائے نہایت معتدل ہے کہ شادی و بیاہ کے مسئلہ میں مکمل اختیار نہ صرف اولیاء عورت کو دیا جائے کہ وہ اپنی پسند اور ناپسند کو مد نظر رکھتے ہوئے عورتوں کے جذبات سے کھیلیں اور نہ ہی عورت کو مکمل اختیار حاصل ہو کہ وہ اپنی من مانی اور مرضی کے مطابق شادی کرنے کے لئے اپنے اولیاء سے مشاورت کی بھی ضرورت محسوس نہ کرے بلکہ فریقین کو چاہیے کہ وہ اس نہایت اہم عائلی مسئلہ کو شریعت اسلامیہ کے دیے گئے احکامات کی روشنی میں طے کریں کہ جانبین کے حقوق متاثر نہ ہوں۔ جو کہ یقیناً اُن کے لئے باعث برکت واطمینان ہو گا۔

نتائج بحث

اسلام مرد و عورت دونوں کو پسند و ناپسند کا اختیار دیتا ہے تاکہ شادی کے بعد ناپسندیدگی کی تلخیاں پر سکون زندگی میں انتشار و اضطراب کی باعث نہ بنیں اور اولیاء کو اس مسئلہ میں عورتوں پر سختی کرنے سے منع کیا ہے۔ اور مردوں و عورتوں کو بھی یہ تلقین کی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کو اعتماد میں لے کر ان کی مشاورت و معاونت سے فیصلہ کریں اور ان کی وساطت سے قدم اٹھائیں تاکہ ان کی بھی دل آزاری نہ ہو اور معاشرتی زندگی صحیح خطوط پر اپنا سفر جاری رکھ سکے۔ اپنی پسند کی شادی کرنا بالغ لڑکی اور لڑکے کا حق ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے ہاں دُہرے معیار قائم ہیں اور معاملہ افراط و تفریط کا شکار ہو گیا ہے۔ بعض علاقوں میں والدین کی شدید انانیت سامنے آتی ہے اور اسے غیرت کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ یہ انانیت اور غیرت اولاد کے جائز حقوق کا گلا دبا دیتی ہے، اس 'غیرت' کا نشانہ زیادہ تر بیٹیاں بنتی ہیں کیونکہ بیٹے کو پھر بھی اس کی پسند و ناپسند کا اختیار دے دیا جاتا ہے۔ دوسری طرف اس ناجائز پابندی اور ہٹ دھرمی کے ردِ عمل میں بعض بچوں میں بغاوت سر اٹھا لیتی ہے۔ وہ عدالت میں جا کر رشتۂ اِزدواج استوار کر لیتے ہیں۔ پھر بعض اوقات لڑکی کے گھر والے اسے جان سے مار دینے ہی میں اپنی غیرت کی تسکین تلاش کرتے ہیں۔ یہ تلخ واقعات روز مرہ کا معمول ہیں اور اس بات کی شہادت ہیں کہ ہم شریعت سے قطع نظر اولاد پر اپنی ذاتی رائے کو حد سے تجاوز کرتے ہوئے مسلط کرتے ہیں۔ ہمیں شرعی مسائل اور تعلیمات کا علم ہوتا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مقابلے میں

اپنی انا کو ہر گز مسئلہ نہ بننے دیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ شادی کے معاملے میں والدین کو اپنی بیٹی یا بیٹے پر ان کی مرضی کے خلاف دباؤ کا حق حاصل نہیں ہے۔ اگر وہ ان پر دباؤ ڈالیں اور وہ انکار کر دیں تو اس سے ان کی نافرمانی نہیں ہو گی بلکہ والدین زبردستی اپنی بچی یا بچے کا نکاح ان کی رضا مندی کے خلاف کر دیں تو یہ عمل خلافِ شریعت ہو گا۔ جس شریعت نے پسند کی شادی کا اختیار دیا ہے، اس نے ناپسندیدہ شادیوں کو رد کرنے کا اختیار بھی دیا ہے۔ لہٰذا اُس بچی یا بچے کو یہ نکاح رد کرنے کا اختیار اللہ اور رسول ﷺ نے دیا ہے۔

ہمارے معاشرے میں خاندانی سطح پر بہت سی عائلی پریشانیوں کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اپنے فرائض وواجبات اور دوسروں کے حقوق وجذبات کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ اگر ایک دوسرے کے حقوق معلوم بھی ہوں تو ان کی ادائیگی پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی۔ والدین کے حقوق اپنی جگہ واجب ہیں مگر ان کے ساتھ ساتھ شوہر پر اس کی بیوی اور بچوں کے حقوق بھی واجب ہیں۔ شریعت اس بات کی کبھی اجازت نہیں دیتی کہ ایک فریق کا حق ادا ہو اور دوسرے کی حق تلفی ہو جائے۔ والدین کی نافرمانی صرف اُس صورت میں ہوتی ہے جب اُن کے وہ حقوق ادا نہ کیے جائیں جنہیں شریعت نے ان کے حق میں مقرر کیا ہے یا اُن کی بے ادبی اور گستاخی کی جائے یا اُن کی خدمت میں کوتاہی کی جائے۔ یہی ان کا حق اور اولاد کا فرض ہے۔ اسلام نے حقوق وفرائض میں بہت خوبصورت توازن قائم کیا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک کے حق کی ادائیگی میں دوسرے کا حق تلف ہو جائے۔

حوالہ جات

[1] القرآن، آل عمران:14
[2] القرآن، النساء:3
[3] الروم، 21:30
[4] البقرہ232
[5] القرآن، البقرہ:230
[6] ابن ماجہ، السنن، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح، 2:415-416، رقم:1847
[7] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیروت، دار ابن کثیر الیمامہ، 1407ھ، ج6، ص2556
[8] ایضاً، ج5، ص1974
[9] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، بیروت، المکتبۃ العصریہ صیدا، س ن، ج2، صفحہ 232
[10] عبد الرزاق بن ہمام، ابو بکر، المصنف، بیروت، المکتب الاسلامی، 1403ھ، ج6، ص158
[11] عمر بن شبہ بن عبیدہ، ابو زید، تاریخ المدینہ لابن شبہ، جدہ، 1399ھ، ج2، ص769
[12] الحجاوی، موسیٰ بن احمد بن موسیٰ، ابو النجا، الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل، بیروت، دار المعرفت، ج3، ص157
[13] ابن ماجہ، السنن، کتاب النکاح، باب من زوج ابنتہ وھی کارھۃ، 1:602، رقم:1874

[14] ابن حجر عسقلانی، تلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر، 146:3

[15] ابن حجر عسقلانی، تلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر، 146:3

[16] ابن ماجہ، السنن، کتاب النکاح، باب من زوج ابنتہ وھی کارھۃ، 603:1، رقم:1875

[17] دار قطنی، السنن، کتاب النکاح، 233:3، رقم:53

[18] دار قطنی، السنن، کتاب النکاح، 234:3، رقم:52

[19] بخاری، الصحیح، کتاب التمنی، باب ماجاء في إجازة خبر الواحد الصدوق في الأذان الصلاة والصوم والفرائض والأحکام، 2649:6، رقم:6830

[20] المرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل، ابو الحسن، الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن، ج1، ص191

[21] الکاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1406ھ، ج2، ص248

[22] ایضاً، ج2، ص248

[23] القرآن، الاحزاب:50

[24] الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج2، ص248

[25] السرخسی، محمد بن احمد، شمس الائمہ، المبسوط، بیروت، دار المعرفت، 1414ھ، ج5، ص10

[26] النسائی، احمد بن شعیب، السنن، حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، 1406ھ، ج6، ص، 85

[27] الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج2، ص248

[28] المسلم، بن حجاج، القشیری، الصحیح، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن، ج2، ص1037

[29] السرخسی، المبسوط، ج5، ص12

[30] المرغینانی، الھدایہ، ج1، ص191

[31] ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، بیروت، دار المعرفت، س ن، ج3، ص118

[32] شیخ نظام وجماعۃ من علماء الھند، فتاوی عالمگیری، بیروت، دار الفکر، ج1، ص293

[33] شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، حجۃ اللہ البالغہ، بیروت، دار الجیل، 1426ھ، ج2، ص196

References

1. The Qur'an, Al Imran: 14
2. The Qur'an, Al-Nisa:3
3. Al-Rum, 30:21
4. Al-Baqarah 232
5. The Qur'an, Al-Baqarah: 230
6. Ibn Majah, Al-Sunan, The Book of Marriage, Chapter on the Virtue of Marriage, 2: 415-416, No. 1847
7. Al-Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Jami' Al-Sahih, Beirut, Dar Ibn Kathir Al-Yamamah, 1407, vol. 6, p. 2556
8. Ibid, vol. 5, p. 1974
9. Abu Dawud, Suleiman bin Ashath, Al-Sunan, Beirut, Al-Matba'at Al-Asriyah, Sidon, S.N., vol. 2, page 232.

10. Abdul Razzaq bin Hammam, Abu Bakr, Al-Musannaf, Beirut, Al-Maktab Al-Islami, 1403 AH, vol. 6, p. 158
11. Umar Ibn Shuba bin Ubaidah, Abu Zaid, Tarikh al-Madina by Ibn Shuba, Jeddah, 1399, vol. 2, p. 769
12. Al-Hijjawi, Musa bin Ahmad bin Musa, Abu Al-Naja, Al-Iqnaa fi the jurisprudence of Imam Ahmad bin Hanbal, Beirut, Dar Al-Ma'rifat, vol. 3, p. 157
13. Ibn Majah, Al-Sunan, Book of Marriage, Chapter on Who Marries His Daughter While She Dislikes Him, 1: 602, No.: 1874
14. Ibn Hajar Asqalani, Al-Habir's summary of the hadiths of Al-Rafi'i Al-Kabir, 3: 146
15. Ibn Hajar Asqalani, Al-Habir's summary of the hadiths of Al-Rafi'i Al-Kabir, 3: 146
16. Ibn Majah, Al-Sunan, Book of Marriage, Chapter: Who Marries His Daughter While She Dislikes Him, 1: 603, No.: 1875
17. Daraqutni, Al-Sunan, Book of Marriage, 3: 233, No.: 53
18. Daraqutni, Al-Sunan, Book of Marriage, 3: 234, No.: 52
19. Bukhari, Al-Sahih, Kitab Al-Tamni, Chapter on what was stated regarding the permissibility of the best of the one who is truthful in the call to prayer, fasting, and the obligations and rulings, 6: 2649, No.: 6830
20. Al-Marghinani, Ali bin Abi Bakrbin Abdul-Jalil, Abu Al-Hasan, Al-Hidaya fi Sharh Bidiyat Al-Mubtadi, Beirut, Dar Al-Arabi Heritage Revival, S.N., vol. 1, p. 191
21. Al-Kasani, Aladdin, Abu Bakr bin Masoud, Bada'i' al-Sana'i fi Tartib al-Shara'i', Beirut, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 1406, vol. 2, p. 248
22. Ibid, vol. 2, p. 248
23. The Qur'an, Al-Ahzab: 50
24. Al-Kasani, Bada'i' al-Sana'i fi Tartib al-Shara'i', vol. 2, p. 248.
25. Al-Sarkhasi, Muhammad bin Ahmad, Shams Al-Imah, Al-Mabsut, Beirut, Dar Al-Ma'rifat, 1414, vol. 5, p. 10
26. Al-Nasa'i, Ahmad bin Shuaib, Al-Sunan, Aleppo, Islamic Publications Office, 1406, vol. 6, p. 85
27. Al-Kasani, Bada'i' al-Sana'i fi Tartib al-Shara'i', vol. 2, p. 248.
28. Al-Muslim, Ibn Hajjaj, Al-Qushayri, Al-Sahih, Beirut, Dar Ihya' Al-Arabic Heritage, S.N., Part 2, p. 1037
29. Al-Sarkhasi, Al-Mabsoot, vol. 5, p. 12
30. Al-Marghinani, Al-Hidayah, vol. 1, p. 191
31. Ibn Najim, Zain Al-Din, Al-Bahr Al-Ra'iq Sharh Kanzald Qaqiq, Beirut, Dar Al-Ma'rifat, S.N., vol. 3, p. 118.
32. Sheikh Nizam and a group of Indian scholars, Fatawa Alamgiri, Beirut, Dar Al-Fikr, vol. 1, p. 293
33. Shah Wali Allah, Ahmad bin Abd al-Rahim, Hujjatullah al-Balighah, Beirut, Dar Al-Jail, 1426, vol. 2, p. 196